حافظہ عائشہ صدیقہ

ایم فل سکالر

لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

فانی کا تصور فنا

Fani's Concept of Annihilation

Abstract:

Fani's poetry is a milestone in the evolution of Urdu ghazal. Fani made the grief of life, the subject of his poetry. He was aware of the reality of temporery world, therefore, in his poetry, the concept of tasawur e fana seems to prevail. Nobody can denies by the sheer truth of fana.Fani was well acquainted of this concept. He perceives this concept from different angles and beautifully expressed in his poetry. It is one of the most frequently theme discussed in his poetry. This article seeks to highlight all the concept of Fani's tasawur e fana.

Key words:

Evolution, annihilation, denies, prevail, tasawur e fana, grief, acquainted, temporary, mysterious, highlight

کلیدی الفاظ:

تخیل، وجدانی کیفیت، سوز و گداز، مرثیہ خوانی، معنویت، غم جاناں، ہجر و وصل، فنائیت، انبوہ، یاسیت، جادۂ فنا، مترشح، خیال آفرینی، فناپذیری، تلخیء غم، طمطراق، شعری پیکر، بے ثباتی، پامالی و خستگی، رنج زیست

شاعری اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس میں جذبات، احساسات، خیالات وواقعات، مشاہدات، تجربات کو نزاکت ونفاست سے سنوار کر شعری پیکر میں بخوبی بیان کیا جاتا ہے۔ یہ تجربات ومشاہدات ذاتی بھی ہوتے ہیں، جذباتی، محاکاتی اور حادثاتی بھی۔ کبھی اس سے بڑھ کر کائنات کی پہنائیوں، وسعتوں اور گہرائیوں میں چھپے سربستہ

رازوں کے ترجمان بن جاتے ہیں۔ کبھی شاعر حقائق وواقعات کو اپنے تخیل میں ڈھال کر اس طرح بیان کرتا ہے کہ ان کی حیثیت آفاقی بن جاتی ہے جو شاعر کے رفعت تخیل اور بالیدگی فکر کو ظاہر کرتی ہے۔

شاعری سماجی، تہذیب، معاشرتی اور ثقافتی رجحانات کی عکاس ہونے کے ساتھ داخلی وخارجی کیفیات کی بھی غماز ہے۔ شاعر اپنے پرواز خیال سے اپنے جذبات وخیالات کو اتنی جدت اور ندرت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ وہ ہر دل کی آواز بن جاتی ہے۔ شاعری ایک وجدانی کیفیت ہے جس میں جذب ہو کر شاعر شعر کہتا ہے۔ فانی کے نزدیک بھی حقیقی شاعر بنتا نہیں پیدا ہوتا ہے۔ شاعری نازک حسیات قلبی اور لطیف دلی کیفیات پر مشتمل ہوتی ہے اس وجہ سے شعر میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ دل سے نکل کر دلوں سے ٹکرا جاتا ہے۔[۱]

فانی ایسے قادر الکلام شاعر ہیں جنہوں نے اپنی شاعری میں غم کو رقم کرکے اردو غزل کو ایک نئے افق سے روشناس کروایا۔ انہوں نے المیہ شاعری کے ذریعے زندگی کا ایک نیا پہلو پوری حسیات کے ساتھ لوگوں پر واضح کیا اور ایک نئے زاویے سے زندگی اور غم زندگی کو پیش کیا۔ وہ خود اس بات کے قائل ہیں کہ شعر اہل دنیا کی نگاہوں کا حجاب اٹھانے کے لئے خلق کیا جاتا ہے۔ جو لوگ دیکھتے نہیں، انہیں دیکھنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔[۲] اس کے لئے شاعر کا تخیل عام انسانی سطح سے بلند ہونا ضروری ہے۔ کیفیات رنج والم کو رقم کرنے کے لئے ان حالات کا ستم رسیدہ ہونا چاہیے کیونکہ رنج والم کی گہرائی کو وہی زیادہ بہتر انداز میں بیان کر سکتا ہے جس نے خود انہیں سہا ہو۔ فانی اسی بات کے ترجمان نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک جاں گداز اذیتوں کے بغیر کوئی حقیقی شاعر نہیں ہو سکتا۔ مصیبت ودرد شعر کے لئے ضروری ہے کیونکہ شعر مصیبت کی حالت میں وارد ہوتا ہے۔[۳]

اردو غزل کے ارتقا میں فانی اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی غزل گوئی سنجیدگی اور فلسفیانہ رنگ کی آئینہ دار ہے۔ جس طرح ہر شاعر کا تخیل اور مزاج مختلف ہوتا ہے وہ زندگی کو اپنی طبع کے مطابق دیکھتا ہے اسی طرح فانی نے زندگی اور غم زندگی کو موضوع سخن بنایا اور شعر کے پردے میں غم سنایا ہے۔ غم انسان کو پر غم بنا دیتا ہے۔ اس میں اگر شدت جذبات کی گہرائی کی لے شامل ہو جائے تو وہ مترنم ہو جاتا ہے۔ فانی نے بھی اسی سوز وگداز سے غم کو بیان کیا ہے۔ ان کی مدھم لے میں وہ درد اور کسک ہے جس سے سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ فانی کا غم صرف غم ہی نہیں ہے، اس میں غم کا ایک فلسفہ بھی موجود ہے۔[۴]

فانی کے غم نے انہیں شعور کائنات سے محروم نہیں رکھا بلکہ انہوں نے زندگی کو ہر زاویے سے دیکھا اور پرکھا ہے۔ انہوں نے حسن وعشق اور ہجر وصل کی جاں گسل کیفیات بھی بیان کی ہیں۔ وہ کبھی زندگی کی مرثیہ خوانی

کرتے نظر آتے ہیں تو کبھی شاہد حقیقی کے جلووں سے ان کی عارفانہ نظریں فیضیاب ہو کر ان کے دل کو اصل سے وصل کی جانب بڑھنے کے لئے بے قرار نظر آتی ہیں۔(۵)

ان کی شاعری کی حقیقت نگری میں غم جاناں اور غم دوراں کے ساتھ جو موضوع سب سے زیادہ پایا جاتا ہے وہ تصور فنا ہے۔ان کا تخلص اس بات پر دلیل ہے کہ ان کے مذاق زندگی کا یہی رجحان تھا۔ان کے کلام میں تصور فنا حاوی نظر آتا ہے۔انہیں فنا کی فنائیت کا گہرا شعور تھا۔انہوں نے زندگی کو موت سے ہی پہچانا ہے۔وہ فنا کی لہروں میں بہہ کر فنا نہیں ہونا چاہتے تھے بلکہ انہوں نے فنا پذیری کے احساس سے بقا اور مقصدیت کی تلاش میں اپنا سفر شروع کیا۔

جینے کی حدیں ملتی ہیں کہیں ایمائے اجل ہے آگے بڑھ
منزل کا نشاں ہے ہر منزل، آرام کسی منزل میں نہیں (۶)

ان کی شاعری میں فنا کا شعور شدت کی گہرائی اور جذبات کی سچائی کے ساتھ موجود ہے۔یہی وجہ ہے کہ فانی کے اشعار زبان زد عوام ہونے کے ساتھ موجود ہے۔یہی وجہ ہے کہ فانی کے اشعار زبان زد عوام ہونے کے ساتھ آج تک اپنا وہی سحر قائم رکھے ہوئے ہیں جس کی بدولت فانی فنا ہو کے بھی فنا نہیں ہوئے اور نہ ہی بے نشاں ہوئے ہیں۔

ہمیں ابھی ترے اشعار، یاد ہیں فانی
ترا نشاں نہ رہا، اور بے نشاں نہ ہوا (۷)

فنا کا احساس ان کے دل و دماغ میں اتنا راسخ تھا کہ انہوں نے غم ہستی کو سینے سے سجایا کیوں کہ خوشی و مسرت کے لمحے فنا ہو جاتے ہیں لیکن غم پائیدار رہتا ہے۔خواجہ احمد فاروقی کے الفاظ میں اس کا غم تبسم گل سے زیادہ پائیدار اور دلآویز ہے۔(۸)

ان کی شاعری کا ہر سرا غم میں جا کر مدغم ہو جاتا ہے۔وہ غم کو اتنے عزم سے اس لئے قبول کرتے ہیں کہ غم اور خوشی دونوں فنا ہو جانے والی چیزیں لیکن خوشی کے بعد غم ناگزیر ہے۔اس لیے غم کو اختیار کرنا چاہیے تاکہ جب وہ جائے تو اس کے جانے کا بھی غم نہ رہے۔

غم بھی گذشتنی ہے خوشی بھی گذشتنی
کر غم کو اختیار کہ گذرے تو غم نہ ہو (۹)

ان کے نزدیک دنیا کا ہر رویہ، ہر جذبہ، ہو ساتھ فنا ہو جانے کے لیے اگر کوئی چیز ہمیشہ تباہ کرتی ہے تو وہ غم ہے۔ شاعر کے ذہنی ارتقا اور رجحان کو سمجھنے کے لیے زندگی کی مختلف پہلوؤں کو سمجھنا اور جاننا ضروری ہے کہ اس کی افتادِ طبع پر کون سا رنگ کس وجہ سے حاوی دکھائی دیتا ہے۔

فانی کا غم محض روایتی ہی نہیں اس کے پیچھے کئی محرکات موجود ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد نہایت متمول تھے۔ گردش زمانہ نے مالی آسودگی کو باقی نہ رہنے دیا۔ تعلیم کے بعد انہیں ملازمت اختیار کرنی پڑی۔ پولیس کی نوکری اختیار کی لیکن اس میں ان کا دل نہ لگا۔ ایل ایل بی کے بعد وکالت کا پیشہ اپنایا لیکن جہاں جھوٹ اور مکر و فریب کا بازار گرم ہو وہاں فانی جیسا خوددار اور غیور کہاں تک قائم رہ سکتا ہے۔ محکمہ تعلیم کی نوکری بھی احباب کی سازشوں کی نظر ہو گئی۔ وراثت میں ملنے والی جائداد بھی ان کی بے نیازی کی نظر ہو گئی۔ آسودگی کی تلاش میں وقت کا پہیہ انہیں کئی مقامات تک لے کر گیا لیکن انہیں راحت جاں نصیب نہ ہو سکی۔

راحت انجام غم، اور راحت دنیا معلوم
لکھ دیا، دل کے مقدر میں پریشاں ہونا (۱۰)

فانی کو غم معاش کے ساتھ اور بھی کئی غم سہنے پڑے۔ ان کی بیٹی نے جوانی میں انتقال کیا۔ ذریعہ معاش محدود ہو کر رہ گیا۔ خوشحالی جاتے ہی احباب نے آنکھیں پھیر لیں۔ گزرتے وقت اور حالات کی تلخیوں نے صحت کو بری طرح متاثر کر دیا۔ ان کو بیماریوں نے آن گھیرا۔ ابتلائے زمانہ نے قرضے میں مقروض کر دیا۔ مشکل حالات میں ہمت بندھانے والی بیوی نے بھی رخت سفر باندھا۔ جب جینا آزار نظر آنے لگا، عشرت و آسودگی جس کا ساری عمر انہوں نے انتظار کیا، میسر نہ آ سکی تو موت ان کی آرزو بن گئی۔

موت کا انتظار باقی ہے
آپ کا انتظار تھا، نہ رہا (۱۱)

زندگی جب المناکی، احباب کی بے اعتنائی و بے رخی، معاشی بدحالی، زمانے کی کج ادائی میں بسر ہوئی ہو، زندگی کے ہر قدم پر غم زیست کا کڑوا گھونٹ بھرا ہو، اس کے ہاں فنا کی صدائیں بلند ہونا کچھ عجب نہیں ہے۔ ان کو زندگی کی کم مائیگی اور ناپائیداری کا واضح شعور تھا جس کے گہرے ادراک کی ایک جھلک ان کے نظم ''دارِ فنا'' میں نظم آتی ہے

جہاں وہ بڑی سادگی اور سلاست سے دنیا کی فناپذیری کو بیان کرتے ہیں۔ دنیا کی رونقیں، شان و شوکت، یہاں پر موجود لوگ، حسن و جمال، طاقت اور ثروت سب نے ایک دن فنا ہونا ہے۔ جس کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

جو نہ گئے وہ جا کے رہیں گے سب ہیں مسافر خانے والے
دولت ، ثروت ، عزت ، حشمت چھوڑ گئے سب جانے والے
ساتھ بہت کچھ لے گئے لیکن کام میں وقت لگانے والے
تج بیٹھے، جو عمر کی دولت اب نہیں ہرگز پانے والے
دار فنا ہے دنیا فانی
آنے والے، جانے والے (۱۲)

فانی نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا اور جیا ہے۔ اس لئے ان کے کلام میں بھی وہی اصلیت نظر آتی ہے۔ ان کے نزدیک یہ دنیا مسافر خانہ ہے۔ اس دار فانی سے کوچ کرنے کے بعد ہی انسان دار باقی میں پناہ گزین ہو سکتا ہے۔ لیکن اس دار بقا کی بنیادیں یہی رہ کر مستحکم کی جاتی ہیں۔

جہاں بھی فانی کی غزل کی بات کی جاتی وہی میر کا نام بھی ضرور لیا جاتا ہے۔ دونوں میں قدر مشترک غم اور یاست ہے۔ دونوں کا غم ذاتی ہے مگر تجربات کی بھٹی میں تپ کر آفاتی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ میر اانتشار زمانہ، معاشی، بدحالی اور تباہی کے باعث زندگی سے بے زار اور فنا کے لئے بے قرار نظر آئے۔

جانا جو مقرر ہے مراد دارِ فنا سے
اسی بستی کی میں ہوں درودیوار سے ناخوش (۱۳)

فانی بھی زندگی کی بدحالی سے ناخوش اور موت کے طلبگار نظر آئے۔ موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں۔ یہ فردیت کی فنا کی علامت ہے۔ بظاہر اس کا تصور ہی بھیانک نظر آتا ہے لیکن فانی کے ہاں موت کی صورت میں فنا ہو جانا بھی اثباتی پہلو لئے ہوئے ہے۔ وہ زندگی کو موت اور موت کو زندگی سمجھتے ہیں۔ دوسروں کے لئے موت زندگی کا نقطہ اختتام ہے، فانی کے لئے منزل مقصود ہے۔ (۱۴)

وہ موت کو ہر صورت گوارا بنالیتے ہیں ان کے نزدیک موت کے بعد ہی اصل زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ موت کی تمنا زندگی کی تمنا کرنا ہے۔

مجھے عزیز ہے فرمان موت میں تعجیل
کہ موت کی یہ تمنا ہے، زندگی کی دلیل (۱۵)

فانی کے ہاں تصور فنا کثیر الجہات میں پایا جاتا ہے۔ کسی شاعر کے تخیل کا تجزیہ کرنا ایک دشوار امر ہے کیوں کہ شاعر لفظوں کا بازی گر ہوتا ہے اس کے کلام میں تہہ در تہہ معنی سموئے ہوتے ہیں۔ یہ اس کے کلام کا ایجاز اور تاثیر ہوتی ہے کہ وہ قاری کو اپنے سحر میں جکڑ لیتا ہے اور اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ اس کے کلام کی معنویت کو سمجھا جائے۔ فانی کے ہاں فنا ہو جانے کی آرزو، شدت، چاہت پائی جاتی ہے۔ ان کو جادہ فنا میں ایک موت ہی مہرباں نظر آتی ہے۔

دیار عمر میں، اب قحط مہر ہے فانی
کوئی اجل کے سوا، مہرباں نہیں ملتا (۱۶)

زندگی اور موت کا فلسفہ بھی اپنے اندر بہت گہرائی سموئے ہوئے ہے۔ موت بظاہر بھیانک نظر آنے والا تصور ہے۔ انسان زندگی کی تکالیف، پریشانیوں اور تلخیوں سے گھبرا کر اس سے فرار حاصل کرنا چاہتا ہے۔ فانی کی زندگی پریشانیوں میں بسر ہوئی۔ ایک زمانہ تھا جب شان و شوکت تھی اور پیسہ کی فراوانی تھی۔ رفتہ رفتہ اس میں کمی آتی گئی اور ہوتے ہوتے نوبت قرضوں تک آ پہنچی۔ زندگی کی مسلسل ناکامیوں نے انہیں خستہ اور شکستہ دل کر دیا۔ ان کے دم میں جب تک دم رہا، ان کو دم رہنے کا بھی غم رہا۔ کبھی اس غم کی شدت نے انہیں اتنا بے اختیار بیزار، اور بے قرار کر دیا کہ موت کی صورت میں انہیں راہ فرار نظر آنے لگی۔

ہو، غم ہستی جاوید، گوارا کیوں کر
جان، کیا دیں، کہ بہت جان سے بیزار ہیں ہم (۱۷)

زندگی سے ہو بیزار، فانی ، اس سے کیا حاصل
موت کو منالو گے، جان سے خفا ہو کر (۱۸)

ہر نفس ، عمر گزشتہ کی ہے میت فانی
زندگی ، نام ہے مر مر کے جیئے جانے کا (۱۹)

غم کے نغمے فانی کی زندگی کی ترجمانی کرتے ہیں۔ کہیں ان کا غم رمز وایمائیت میں چھپا نظر آتا ہے۔ لیکن پھر وہ ضبط کے تمام بندھن توڑ کر شتر بے مہار کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ان کے غموں کی تڑپ انہیں بے چین لئے رکھتی ہے کیونکہ جس زندگی کی تہمت وہ لیے پھرتے نظر آتے ہیں وہ بھی ان کے اختیار میں نہیں۔

ہم کو مرنا بھی میسر نہیں، جینے کے بغیر
موت نے عمر دو روزہ کا بہانا چاہا (۲۰)

زندگی کی بے ثباتی کا فانی کو گہرا شعور ہے۔انہوں نے بے ثباتی دنیا کو اپنے داخلی تجربے کی بنیاد پر ایک نئی جہت عطا کر کے فنا کا نغمہ ایسے بلند کیا کہ اس میں زندگی کے اجتماعی شعور کی صدائیں سنائی دیں۔آل احمد سرور لکھتے ہیں کہ فانی کے اشعار میں جو مجبوری و بے چارگی پامالی و خستگی ہے وہ اگرچہ ذاتی معلوم ہوتی ہے مگر کون جانے اس میں اجتماعی زندگی کی کتنی محرومیاں اور ماحول کی کتنی تلخیاں ملی ہوئی ہیں۔ (۲۱)

یہی وجہ ہے کہ ان کا غم، کرب، دکھ ان کی تڑپ ہر مجبور دل کی صدا بن کر سنائی دیتی ہے۔

ہلاک تلخی تاخیر موت ہوں فانی
ثبات زندگیٔ بے ثبات نے مارا (۲۲)

دنیا اور کاروبار دنیا ہر چیز کا انجام کار فنا سے دوچار ہونا ہے۔ فنا اس جہاں کی بنیاد ہے۔ یہی ساز ہستی ہے جو روز ازل سے بجایا جا رہا ہے۔ یہاں وہ اس حقیقت سے آشنا ہونے کے ساتھ ساتھ جبر کی گرفت میں قید نظر آتے ہیں۔

بنیاد جہاں کیا ہے، مجبور فنا ہونا
سرمایہ ہستی ہے، محروم بقا ہونا (۲۳)

فانی کے ہاں رنج والم کی فراوانی ہے۔انہوں نے اس غم کو برداشت کر کے گوارا تو کر لیا لیکن رنج والم کے انبوہ نے ان کے دل کی ہر خواہش اور تمنا کو فنا کر دیا۔انہوں نے بھی اپنے دل حزیں میں ایسی دنیا بسا لی جہاں کوئی خواہش، کوئی امید پنپتی نظر نہیں آتی۔ جہاں بہار کے رنگ نہیں کھلتے۔ جہاں موت کے بھیانک پردوں کی سرسراہٹ سنائی دیتی تھی۔ جہاں خزاں کے سائے لرزتے ہیں جس کی ویرانیوں میں دن رات فنا ہوتی تمناؤں کی خون آلود یادیں بسی ہوئی ہیں۔

اب کوئی آرزو نہیں فانی
دل امیدوار ہی نہ رہا (۲۴)

فانی کے کلام میں یاسیت اور الم ناکی کے عناصر شدت سے پائے جاتے ہیں۔اس لئے انہیں یاسیت کا امام بھی کہا گیا ہے۔لیکن فانی کی یاسیت انہیں قنوطی نہیں بناتی۔یہ حقیقت ہے کہ یہ دنیا بدترین شے ہے۔غم دنیا اور شر دنیا اس کو اور بھی بدصورت بنادیتے ہیں لیکن اگر فلسفہ فنا کو سمجھ لیا جائے تو ہر غم گوارا ہو جاتا ہے۔فنا صرف جان کے مٹ جانے کا نام ہی نہیں یہ اپنی انا کو قربان کردینے کا نام بھی ہے۔دنیاوی مال و آسائشات ہر چیز فنا ہو جاتی ہے اور بعض اوقات انسان ان آرائشوں اور آسائشوں کی حسرت میں خود بھی فنا ہو جاتا ہے لیکن فانی کے قدم اس جادہ فنا میں لڑکھڑاتے نہیں۔وہ سنبھل کر فنا کی پرخاروادیوں میں سفر کرتے ہیں۔ان کی بے نیازی اور قلندرانہ طبیعت نے انہیں دنیاوی متاع سے بے نیاز کر دیا تھا۔ان کی حساس طبیعت نے موت کی ماہیت اور غایت کو جان لیا تھا۔ان کے نزدیک موت زحمت نہیں رحمت ہے جو مصائب کے ہجوم سے انسان کو نجات دلاتی ہے۔وہ ہر اس اذیت کا مداوا کر دیتی ہے جو معاشرہ وماحول کی شکستگی سے انہیں ملا ہے۔وہ انبوہ غم کے باوجود فلسفہ فنا میں بھی رجائیت تلاش کر لیتے ہیں۔طبیعت پر یاس وناامیدی کے غلبے کے باوجود ان کے کلام میں قنوطیت مترشح نہیں ہوتی۔وہ صرف حزن ویاس کے ترجمان نظر آتے ہیں۔جیسا کہ آل احمد سرور اس بات کی تائید اس انداز میں کرتے ہیں کہ جو لوگ یہ کہہ کر فانی کی عظمت کو کم کرنا چاہتے ہیں کہ سوائے اس میں رونے بسورنے کے کچھ نہیں۔وہ سطحی تنقید کرتے ہیں۔فانی نے زندگی اور موت دونوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر چہرے سے نقاب اٹھایا ہے۔(۲۵)

فانی، فسوں موت کی تاثیر دیکھنا
ٹھیرا وہ دل، کہ جس پہ سکوں کا گماں نہ تھا (۲۶)

موت ان کے لئے راحت کی نوید بن کر آتی ہے۔ان کے دل حزیں کو موت کی صورت میں تسکیں نصیب ہوتی ہے۔قضائے جاں انہیں اپنی مہرباں آغوش میں لے کر رنجِ زیست سے آزاد کر دیتی ہے۔

آغوش موت میں، تہ دامان یار ہوں
وہ دن گئے کہ مجھ پہ کوئی مہرباں نہ تھا (۲۷)

فانی آلام حیات سے گھبرا کر منہ نہیں موڑتے بلکہ پورے طمطراق سے اس کا استقبال کرتے ہیں۔وہ تلخی غم کو سینے سے لگانے کا سلیقہ جانتے ہیں۔وہ موت کی تلخیوں سے پریشان نہیں ہوتے بلکہ اس حکمت کے پیچھے مصلحت کو جان کر اسے اپنا محبوب بنا لیتے ہیں، جس کے انتظار میں وہ باقی زندگی بسر کرتے نظر آتے ہیں۔

ادا سے آڑ میں خنجر کی منہ چھپائے ہوئے
وہ لائے میری قضا کو دلہن بنائے ہوئے (۲۸)

فانی کو شاعری میں فلسفیانہ انداز کی وجہ سے منفرد مقام حاصل ہے۔ وہ خود فلسفی نہیں لیکن انہوں نے عرفان زندگی کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا ہے۔ وہ اپنے من میں ڈوب کر، اپنے وجدان کی بدولت زندگی کی گتھیوں کو سلجھاتے اور رازِ حیات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پروفیسر آل احمد سرور فانی کے فلسفیانہ رنگ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"فانی کے یہاں غم بھی ہے اور غم کا عرفان بھی۔ وہ فلسفی نہیں، لیکن استدلال اور طرز بیان فلسفیانہ ہے۔ وہ ارادات انسانی کے کامیاب مصور ہیں اور قدیم رنگ برتنے والوں میں فانی کا لہجہ سب سے زیادہ آفاقی ہے"۔ (۲۹)

فانی فنا کو بھی عارفانہ اور فلسفیانہ نکتہ نظر سے دیکھتے ہیں ان کے نزدیک یہ مشیت الٰہی ہے جس کے باعث چند سانسوں کی مستعار زندگی کو گزار کر ختم کرنا ہے۔ زندگی اور موت کو حکم خداجان کر وہ سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔

کیا کہوں، جی رہا ہوں کیوں فانی
مقتضاء حکمت الٰہی کا (۳۰)

فانی کو مذہبی روایتیں ورثہ میں بھی ملیں اور خود بھی وہ تصوف کی طرف مائل تھے۔ ماہر القادری ان کی مذہبی رواداری کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ مذہبیت ان کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ایک زمانہ میں نماز اور تلاوت قرآن کے بہت پابند تھے۔ مذہبیت کی یہ چنگاری مرتے دم تک اپنا کام کرتی رہی۔ (۳۱) اس سرمستی تصوف کے باعث انہوں نے فنا کو غزل کے پیرائے میں انفرادیت کا رنگ دے کر بیان کیا ہے۔ وہ فلسفہ وحدت الوجود کے دریا کے شناور دکھائی دیتے ہیں جو ہر آن اس دریائے عشق میں فنا ہو جانا چاہتے ہیں۔ وہ ساحل کی جستجو نہیں رکھتے وہ اس عشق بے کراں کی وسعتوں میں ڈوب کر فنا ہو جانا چاہتے تھے۔

اس بحر بیکراں میں، ساحل کی جستجو کیا
کشتی کی آرزو کیا، ڈوب اور پار کرجا (۳۲)

وہ ہر سمت میں کثرت میں وحدت کے جلوے دیکھتے ہیں۔ یہ جلوے انہیں خرد کی تاریکیوں سے نکال کر نور کی برق پاش وادیوں میں موجزن کرتے ہیں۔

کثرت میں، دیکھتا جا، تکرار حسن وحدت
مجبور یک نظر آ ، ممتاز صد نظر ، جا (۳۳)

فانی اس جلوہ نور کے پردے میں یار کا ظہور دیکھتے ہیں جس کے عشق میں وہ فنا ہو کر تعینات کی حد سے گزر جانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ فنا وصال یار کا پروانہ ہے۔ ان کے لئے محبوب حقیقی کی جدائی محال ہے۔ اس جدائی میں فنا کا پردہ حائل ہے۔ وہ وصال یار کے اتنے بے قرار نظر آتے ہیں کہ انہیں خود پر بھی اختیار نہیں رہتا۔

وصال تیرا ، خیال تیرا ، جو ہو ، تو کیونکر ، نہ ہو تو ، کیونکر
نہ تجھ پہ کچھ اختیار میر ا، نہ دل پہ کچھ اختیار میرا (۳۴)

فانی نے فنا کو بھی فلسفیانہ رفعت عطا کر کے شاعری کو پر تاثیر مرقع بنادیا ہے۔ ان کے کلام کی بے ساختگی، روانی، ان کے اشعار کو اور بھی دلکش بنا دیتی ہے۔ وہ فنا کو بقا کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک فنا سے پہلے حیات عارضی ہے۔ فنا کی فنائیت کے بعد ہی حیات جاوداں نصیب ہوتی ہے۔ جو فنا ہونا نہیں جانتا، اس پر بقا کی لذتیں حرام ہو جاتی ہیں۔

دار فانی میں یہ کیا ڈھونڈ رہا ہے فانی
زندگی بھی کہیں ملتی ہے فنا سے پہلے (۳۵)

بقا کی منزلوں تک رسائی کے لئے فنا کی وادی میں سے گزرنا جب ضروری ہی ٹھہرا تو خوفِ حیات کیسا اسے خوش دلی اور تیقن سے قبول کرنا چاہیے کیونکہ بقائے دوام اس کا ماحصل ہے۔ یہ حقیقت انسان کو انجانے خوف، وسوسوں اور اندیشوں سے نجات دلاتی ہے لیکن اس حقیقت کو قبول کرنے کے لئے آہنی عزم اور حوصلہ درکار ہے۔ غم کی بھٹی میں تپ کر کندن بننا پڑتا ہے۔ فنا کو گلے لگاتے کے لئے زندہ دلی، حوصلہ مندی اور جرات درکار ہوتی ہے۔

محتاج اجل، کیوں ہے، خود اپنی قضا ہوجا
غیرت ہو، تو مرنے سے، پہلے ہی فنا ہوجا
آغوش فنا میں ہم، پروردہ آفت ہیں
اے فتنہ دوراں اٹھ اے حشر بپا ہوجا (۳۶)

جو اس حقیقت کو جان لیتے ہیں وہ فنا ہو کر جام بقا پی لیتے ہیں۔ لیکن جو اس دنیا کی چکا چوند میں گم ہو کر عقل و ہوش گنوا کر اس جہانِ فانی سے دل لگا بیٹھتے ہیں وہ نقش آب کی طرح ناپید ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کا کہیں نشان بھی نہیں ملتا۔ کیونکہ اس کائنات کے ساتھ اس کی تمام لذتیں بھی رو بہ فنا ہیں۔

نشانِ تربت، عیاں نہیں ہے ''نہیں'' کہ باقی نشاں نہیں ہے
مزار میرا ، کہاں نہیں ہے ، کہیں نہیں مزار میرا (۳۷)

فانی غزل میں حزن والم کی لے لے کر آئے۔ ان کی غزل کی یہی مجموعی آواز بھی ہے۔ اس آواز میں عصری کرب اور شدید اضطراب بھی نظر آتا ہے۔ فانی کا دور بیسویں صدی کا وہ ہنگامہ خیز دور تھا جب ہر کوئی اپنی بقا کے لئے سر گرداں نظر آتا تھا۔ بقا کی انفرادی آرزو کے ساتھ قوم کی شناخت کی بقا کی تلاش بھی جاری تھی۔ اس زمانے کے شعرا نے ایک تہذیب کو، معاشرت کو، ماحول کے نظام کو مٹتے اور فنا ہوتے دیکھا تھا جس کے کرب نے ان کے دلوں کو متاثر کیا۔ ایام ماضی کی یاد اور اس کے فنا ہونے کی یادیں، گزشتہ زمانے کا جاہ و جلال سب فنا ہو کر ایک داستان کی طرح ذہن پر نقش ہو کر رہ گیا۔ فانی کے تحت شعور میں بدایوں کا ماضی چھپا ہوا تھا۔ عظمت رختہ کی یادیں ذہن پر ایک بوجھ کی طرح حاوی تھی۔ اس لئے فانی کی شاعری میں اضطراب دکھائی دیتا ہے۔ فنا کا وہ فلسفہ سنائی دیتا ہے جو ان کے حالات کو درپیش تھا۔ غم والم کے بوجھ تلے دب کر حسرتیں، خواہشیں، آرزوئیں سب فنا ہو گئیں۔ معاشرتی حالات نے زندگی کا بھیانک چہرہ دکھایا تو زیست سے گھبرا کر فنا کی آغوش میں پناہ لینا ہی بہتر سمجھ آیا۔

اجل، مرا اتنا کام کردے کہ کام میرا تمام کردے
رہے کوئی زندگی کے ہاتھوں ،جہاں میں رسوا عام تک (۳۸)

فانی فنا میں بقا کے متلاشی تھے۔ انہوں نے فنا میں بقا کو مضمر پایا اور بزم الست کے اس راز سے سب کو آگاہ کیا کہ یہ دار فنا میں اجل کے زیر اثر عارضی سائباں کے بعد دار بقا میں بقائے دوام حاصل ہو گا۔ جہاں غم والم کی بے اعتدالیاں ختم ہو جائیں گی اور محرومی آرزو بھی وہاں وجہ تسکین بن جائے گی۔ دارِ فانی کا اضطراب وہاں وجہ ردِ عذاب بن جائے گا۔ اس لئے نالۂ غم کے ساز کو بجانے کی بجائے اس کے آرام کے اسباب کر۔

یاد ہے فانی تجھے، کوئی کہانی اور بھی
ختم کر افسانہ غم دل پریشاں ہوگیا (۳۹)

اس دار فانی میں فنا کا یہ کھیل روز ازل سے جاری ہے۔ ایک خاک نشیں مسند خاک پر متمکن ہوتا ہے تو کوئی دوسرا تہ خاک نشیں چلا جاتا ہے۔

یہ کوچہ قاتل ہے، آباد ہی رہتا ہے
اک خاک نشیں اٹھا، اک خاک نشیں آیا (۴۰)

اس لئے دل افسرہ کو سوز عشق سے بیدار کر کے اس میں عشق کی گرمی پیدا کرنی چاہیے کیونکہ موت تو راز عاشق ہے اور موت کو جان سپرد کرنے کے لئے بھی کوئی حیلہ وسیلہ کرنا پڑتا ہے۔

موت کو یوں فانی، جان دی نہیں جاتی
ڈھونڈلے کوئی حیلہ، یہ بہانہ باز کان کا (۴۱)

اس کے لئے غم ہستی کو چارہ ساز بنا۔ یہ غم والم ہی تو ہیں جو ہستی فانی کے راز سے عیاں کرتے ہیں۔ اس جادہ فنا میں منزل دور نظر آئے تو بھی غم نہیں کرنا چاہیے۔ خاکِ رہِ یار بن کر امر ہو جانا ہی لطف حیات ہے۔ یہ اسیرِ ذات سے برات ہے۔ فانی زندگی اور موت دونوں کو وجدان کی بصارت سے دیکھتے ہیں۔ فنا یا موت کا تصور بھی ان کے لئے نجات ہے۔ فانی کے تصور فنا کے پس منظر میں زندگی سے متعلق فلسفیانہ عناصر ملتے ہیں۔ یہی وہ فلسفیانہ عناصر ہیں جو جذبات واحساسات کو تجربات کی روشنی میں تراش خراش کر کے معنی خیز شعری پیکر میں ڈھل کر ہمارے سامنے آتے ہیں۔ فانی کے ہاں فنا ہو کر زندگی بسر کرنے کا احساس غالب نظر آتا ہے۔ ان کے شعر ذاتی تخلیقی تجربے کا پتہ دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی حقیقی واردات قلب اور اپنے تمام تر احساس کو غم کی شدت سے اس طرح سمو دیا کہ زندگی کے احساسات کا آئینہ دار بنا دیا ہے۔ فنا کے حوالے سے متصوفانہ مذہبی، تہذیبی اور فکری پہلوان کی غزل میں ایسے بیان ہوئے ہیں کہ تصور فنا فانی کی شاعری کا مترادف بن گیا ہے۔ زبان وبیان، اسلوب بیان ان کی خیال آفرینی نے غزل کو پرتاثیر اور دلکش بنا دیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مغنی تبسم،ڈاکٹر،فانی کی نادر تحریریں،حیدر آباد،مکتبہ صبا، باراول، ۱۹۶۸ء،ص:۸۳

۲۔ ایضاً،ص: ۸۳

۳۔ ایضاً،ص: ۹۴

۴۔ عبادت بریلوی،ڈاکٹر،غزل اور مطالعہ غزل،کراچی،انجمن ترقی اردو پاکستان،۱۹۵۵ء،ص: ۴۱۱

۵۔ حکیم مختار احمد مختار سبز واری،فانی کے مقطعے،بدایون (یو۔پی)،بزم فانی،۱۹۶۳ء،ص: ۹

۶۔ فانی،بدایونی،کلیاتِ فانی،حیدر آباد،عبدالحق اکیڈمی،۱۹۴۶ء،ص:۱۶۱

۷۔ فانی بدایونی،کلیاتِ فانی،حیدر آباد،عبدالحق اکیڈمی،۱۹۴۶ء،ص: ۶۰

۸۔ سیما بیگم،اقبال کی اردو غزل کا تنقیدی مطالعہ،مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی،۱۹۹۴ء،ص: ۴۴

۹۔ فانی،بدایونی،کلیاتِ فانی،ص:۱۶۷

۱۰۔ فانی،بدایونی،کلیاتِ فانی،ص:۶۳

۱۱۔ ایضاً،ص:۶۳

۱۲۔ ظہیر احمد صدیقی،بچوں کے فانی،نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ،۱۹۸۴ء،ص: ۳۶

۱۳۔ میر تقی میر،کلیاتِ میر،لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،ص:۴۸۶

۱۴۔ گیان چند جین،فانی کی رباعیاں،مضمون،مشمولہ نذر فانی بدایونی،کتابی سلسلہ نمبر ۱۰، مرتبین:عبدالمحمود،مغنی تبسم،حیدر آباد،
ایچ۔ای۔ایچ دی ۱۵۔ نظامس اردو ٹرسٹ لائبریری،س۔ن،ص:۶۸

۱۵۔ فانی بدایونی،کلیاتِ فانی،ص: ۱۱۴

۱۶۔ ایضاً،ص: ۳

۱۷۔ ایضاً،ص:۱۱۸

۱۸۔ ایضاً،ص: ۹۸

۱۹۔ ایضاً،ص: ۲۹

۲۰۔ ایضاً،ص: ۶۱

۲۱۔ غلام آسی رشیدی،اردو غزل کا تاریخی ارتقا،نئی دہلی،ماڈرن پبلشنگ ہاؤس،۲۰۰۶ء،ص: ۲۱۳

۲۲۔ فانی،کلیاتِ فانی،ص: ۲۷

۲۳۔ ایضاً،ص: ۴۵

۲۴۔ ایضاً،ص: ۶۲

۲۵۔ غلام آسی رشیدی،اردو غزل کا تاریخی ارتقا،نئی دہلی،ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۶ء،ص: ۲۱۳

۲۶۔ فانی، کلیاتِ فانی، ص: ۱۲

۲۷۔ ایضاً، ص: ۱۰

۲۸۔ ایضاً، ص: ۲۵۹

۲۹۔ سنبل نگار، اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۴ء، ص: ۸۲

۳۰۔ فانی، کلیاتِ فانی، ص: ۳۷

۳۱۔ ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر، فانی کا شاعری، لکھنو، نسیم بک ڈپو، بار اول، ۱۹۶۹ء، ص: ۲۰

۳۲۔ فانی، کلیاتِ فانی، ص: ۱۹

۳۳۔ ایضاً، ص: ۲۰

۳۴۔ ایضاً، ص: ۲۴

۳۵۔ ایضاً، ص: ۲۵۵

۳۶۔ ایضاً، ص: ۱۸

۳۷۔ ایضاً، ص: ۲۳

۳۸۔ ایضاً، ص: ۱۱۰

۳۹۔ ایضاً، ص: ۸۰

۴۰۔ ایضاً، ص: ۶۶

۴۱۔ ایضاً، ص: ۳۳